

HABIBIA ISLAMICUS

(The International Journal of Arabic & Islamic Research) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)
Home Page: <http://habibiaislamicus.com>

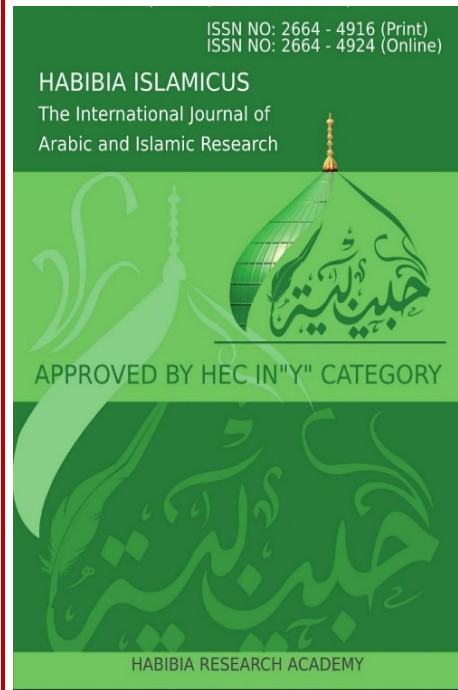
Approved by HEC in Y Category

Indexed: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.

PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,
Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration
Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.

Website: www.habibia.edu.pk

This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).



TOPIC:

ISLAMIC RE-CONSTRUCTION OF EDUCATION SYSTEM IN PAKISTAN: IN THE CONTEXT OF ISLAMIC STUDIES

پاکستان میں نظام تعلیم کی اسلامی تشکیل جدید: مطالعہ اسلامیات کے تناظر میں

AUTHORS:

1. Dr. Zainab Amin, Associate Professor, Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar.
2. Inam ur Rehman, PhD Scholar, Department of Islamiyat, UOP.
3. Afifa Rashid Lecturer, Department of Islamic Studies, Women University Mardan

HOW TO CITE: Amin, Zainab, Inam ur Rehman, and Afifa Rashid. 2022. "ISLAMIC RE-CONSTRUCTION OF EDUCATION SYSTEM IN PAKISTAN: IN THE CONTEXT OF ISLAMIC STUDIES". *Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research)* 6 (1):29-40. <https://doi.org/10.47720/hi.2022.0601u03>.

URL: <https://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/268>

Vol. 6, No.1 || January–March 2022 || P. 29-40

Published online: 2022-03-30

QR. Code



ISLAMIC RE-CONSTRUCTION OF EDUCATION SYSTEM IN PAKISTAN: IN THE CONTEXT OF ISLAMIC STUDIES

پاکستان میں نظام تعلیم کی اسلامی تشکیل جدید: مطالعہ اسلامیات کے تناظر میں

Zainab Amin,

Inam ur Rehman,

Afifa Rashid

ABSTRACT:

There are two types of education systems in Pakistan; one is the run by our religious schools. Only our religious needs are met through this system of education. There is no doubt that these madrassas are not only a source of guidance to the people in religious matters but also lead to the performance of many religious rites in the society under their leadership. However, it is generally said that Due to these madrassas, religious divisions are created in the society. The question that needs to be investigated is how can the intellectual gap between the temperament of these two systems and their futility be bridged? And if there are flaws in both systems, to what extent have the efforts made so far been successful in removing them? Is it possible that if there is a gap between the two systems, it can be replaced by an alternative system that meets the needs of the country and by which the quality of education can be eliminated? What to do this is an important case of the time, so the article under review is presented under this case.

KEYWORDS: Re-Construction, Education System, Pakistan, Context of Islamic Studies

پاکستان میں دو قسم کے نظام ہائے تعلیم پائے جاتے ہیں، ایک وہ جس پر ہمارے دینی مدارس عمل پیرا ہیں۔ اس نظام تعلیم کے ذریعہ سے صرف ہماری مذہبی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ یہ مدارس نہ صرف عوام کو دینی مسائل میں راہ نمائی کا ذریعہ ہیں بلکہ ان کے فضلاء کی سرکردگی میں معاشرے میں کئی ایک مذہبی رسوم کی انجام دہی بھی ہوتی ہے تاہم عموماً کہا جاتا ہے کہ مختلف مسلکی بنیادوں پر قائم ان مدارس کی وجہ سے معاشرہ میں مذہبی تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ مدارس نظام کے علاوہ دوسرا نظام تعلیم وہ ہے جو ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رائج ہے اور سیکولر خصوصیات کی وجہ سے مذہب کے سوا معاشرے کے تمام شعبوں کی بھاگ دوڑ ان اداروں کے فضلاء کے ہاتھوں میں ہے۔ تاہم اس نظام تعلیم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نظام تعلیم پاکستان میں رائج ہے وہ ان ہی خصوصیات و اہداف کا حامل ہے جو انگریزوں نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے لارڈ میکالے کی سرکردگی میں وضع کیا تھا۔ اس نظام تعلیم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ نظام فقط ایک مادہ پرست نظام ہے جو اپنے فضلاء میں مذہب سے بیزاری پیدا کرتا ہے۔

تحقیق طلب امر یہ ہے کہ ان دونوں نظاموں کے مزاج اور ان کے فضلاء کے درمیان جو ایک فکری خلیج حائل ہے، اسے کیسے دور کیا جاسکتا ہے؟ اور اگر دونوں نظاموں میں کوئی نقائص موجود ہوں تو ان کو دور کرنے کے ضمن میں اب تک کی گئی کوششوں کو کس حد تک کامیابی ملی؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ان دونوں نظاموں میں اگر کوئی سقم موجود ہے تو اس کو دور کر کے ایک ایسا متبادل نظام تیار کیا جاسکتا ہے جو ملکی ضروریات کو کا حقہ پورا کرے اور جس کو رائج کر کے تعلیم کے بارے میں دوئیت کا عمل ختم کیا جائے؟ یہ اس وقت کا ایک اہم قضیہ ہے چنانچہ اس قضیے کے تحت زیر نظر مقالہ بغیر کسی افراط و تفریط کے درج ذیل عنوانات کے تحت پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ نصاب مدارس اور اصول نصاب سازی کا جائزہ ۲۔ دینی مدارس کے نصاب کا تاریخی جائزہ:

۳۔ مدارس کے نصاب کی تشکیل کے مقاصد ۴۔ دوہرے نظام تعلیم کا آغاز اور اس کے اثرات:

۵۔ مطالعہ اسلامیات کے تناظر میں جائزہ

۱۔ نصاب مدارس اور اصول نصاب سازی کا جائزہ:

تعلیم کا اولین کام مقصد ہمیشہ فرد کی صلاحیتوں کی بھرپور نشوونما رہا ہے تاکہ وہ معاشرے کا ایک مفید فرد بن کر نہ صرف معاشرے اور عصری تقاضوں کی مناسبت سے زندگی گزارنے کے قابل ہو بلکہ اس کی بدولت معاشرہ بھی زیادہ سے زیادہ ترقی کرے، اس مقصد کے حصول کے لیے کسی بھی نظام تعلیم کا نصاب مرکزی کردار ادا کرتا ہے کیونکہ تعلیمی عمل نصاب ہی کے مرہون منت ہے اس لیے نصاب سازی کو ایک مسلسل متحرک عمل قرار دیا جاتا ہے تاکہ بدلتے ہوئے تقاضوں، معاشرتی اور انفرادی ضروریات پر خاطر خواہ توجہ دی جاسکے چنانچہ نصاب سازی (Development curriculum) نظام تعلیم کا اہم شعبہ ہے جس میں مقاصد نصاب (Objective of Curriculum) کو سامنے رکھ کر نصاب سازی کی جاتی ہے۔

پاکستان کے اکثر دینی مدارس میں بنیادی طور پر مغل حکمران اورنگ زیب عالمگیر (۱۷۰۷ء) کے دور میں ملا نظام الدین سہالوی (م ۱۷۴۸ء) کا مرتب کردہ نصاب ”درس نظامی“ نافذ ہے۔ درس نظامی کے ساتھ ارباب مدارس کا ایک جذباتی لگاؤ ہے۔

۲۔ دینی مدارس کے نصاب کا تاریخی جائزہ:

برصغیر پاک و ہند میں اسلامی حکومت کی بنیاد سلطان محمود غزنوی (م ۱۰۳۰ء) نے رکھی تھی، اس کے زیر اثر ہندوستان میں دینی تعلیم کا جو نصاب تشکیل پایا تھا، اس میں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، تصوف، کلام، عربی ادب، نحو اور منطق کے مضامین شامل تھے۔ اس نصاب تعلیم میں مذہبی مضامین کا حصہ زیادہ تھا^۱۔ اس نصاب میں سلاطین غزنویہ (۱۲۵۱-۱۵۲۶ء) کے سلطان سکندر لودھی کے دور حکومت (۱۲۸۹-۱۵۵۰ء) میں تجدیدی کوشش کی گئی اور مذہبی علوم کے مقابلے میں عقلیات کا اضافہ کیا گیا^۲۔

اور اسی طرح مدارس کے نصاب تعلیم میں مغلیہ دور میں اکبر اعظم (۱۶۰۵ء) کے عہد میں بڑی نمایاں ترقیات ہوئیں۔ وہ مذہبی آزادی کا زبردست حامی تھا چنانچہ اس نے مذہبی تفریق کے بغیر ہر مذہب اور فن کے ماہرین کو اپنے دربار میں جگہ دی۔ اس پس منظر میں اس دور کے مدارس کے نصاب میں بھی بڑی ہمہ گیری پیدا ہوئی تھی۔ چنانچہ نصاب میں شہریت، معاشیات، فلکیات، طبیعیات، حساب اور طب بلکہ موسیقی تک کو نصاب کا حصہ بنادیا گیا تھا^۳۔ چنانچہ ہندوستان کے کئی علماء کافن موسیقی سے مناسبت کا تذکرہ کتب تراجم میں ملتا ہے۔ ہندوستان کے مشہور مسلم صوفی اور شاعر امیر خسرو بھی موسیقی میں کمال رکھتے تھے۔ اکبر بادشاہ کے دور کے مشہور مؤرخ ملا عبد القادر بدایونی کو بھی موسیقی سے فنی مناسبت تھی^۴۔

نصاب میں اس وسعت کے نتیجے میں ہر گریجویٹ کو اپنے فطری ذوق و دلچسپی کی بنیاد پر آگے چل کر کسی نہ کسی میدان میں اختصاص کا مقام حاصل کرنے کا موقع ملا۔ ایک ہی ادارہ میں پڑھنے والے مختلف طلباء کو مضامین کے انتخاب کا وسیع موقع فراہم ہوتا تھا کہ ہر

طالب علم اپنی خواہش اور فطری صلاحیتوں کے مطابق اپنے حسب منشاء مضامین کا انتخاب کرے۔ چنانچہ ڈاکٹر محمود غازی ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کے زیر سرپرستی اہل علم کے ہاتھوں تشکیل دیئے جانے والے نصاب تعلیم کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ نظام تعلیم یا نصاب تعلیم دین و دنیا دونوں کی جامعیت کا آئینہ دار تھا۔ اس نظام تعلیم نے مجدد الف ثانی جیسے بزرگ بھی پیدا کیے اور نواب سعد اللہ خان جیسے سیاست دان (جوشاہ جہان کے دور میں پورے ہندوستان یعنی موجودہ افغانستان، پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، سری لنکا اور نیپال، اتنی بڑی سلطنت کا سعد اللہ خان کم از کم اڑتالیس سال وزیر اعظم رہا)۔ گویا بڑی بڑی سلطنتیں چلانے والے مدبرین اور اعلیٰ سے اعلیٰ دینی قیادتیں فراہم کرنے والے بزرگان (جومجدد الف ثانی کے درجے کے لوگ) اس نظام تعلیم نے پیدا کیے، دنیا کے سات عجائبات میں سے ایک نمایاں عجبہ تاج محل جس انجمن نے بنایا وہ بھی اسی نظام تعلیم کا پڑھا ہوا تھا^۵۔

اکبر اعظم کے دور کی روایت کے خلاف مدارس کے نصاب میں بعد ازاں مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۵۷ء) کی معاونت سے ملا نظام الدین سہالوی (۱۷۸۸ء) نے لکھنؤ میں ”فرنگی محل“ نامی مقام پر اپنا مدرسہ قائم کیا جو تاریخ میں مدرسہ فرنگی محل مشہور ہوا۔ اس مدرسے کے لیے انہوں نے ایک نصاب بنایا جو ان کے نام کی مناسبت سے ”درس نظامی“ کے نام سے مشہور ہوا۔ پاکستانی مدارس کے نصاب کی بنیاد یہی درس نظامی ہے جو قدرے ترمیم و اضافہ کے ساتھ نافذ ہے۔

۳۔ مدارس کے نصاب کی تشکیل کے مقاصد

درس نظامی میں حتی الامکان ہر فن کی وہ کتابیں رکھی گئیں جو اس فن میں مشکل شمار ہوتی تھی ملا نظام الدین کا خیال تھا کہ جو کتاب جتنی مشکل اور مختصر ہوگی اتنی ہی زیادہ محنت اسے سمجھنے کے لیے کرنی پڑے گی اور اسی قدر فکری پرواز بلند ہوگی، نظر گہری ہوگی اور قوت فہم بڑھے گی۔ اس مقصد کے حصول اور قوت فکری کی اچھی طرح ورزش کے لیے ڈھونڈ کر ہر فن کی مشکل و دقیق اور مختصر ترین کتابیں نصاب میں شامل کی گئیں تاکہ قوت فہم و فراست بڑھے۔ اس طرح درس نظامی کی تشکیل کے دو مقاصد واضح ہوتے ہیں:

۱۔ قوت مطالعہ کو پروان چڑھانا: ملا نظام الدین سہالوی کے مد نظر یہ بات تھی کہ اس قسم کے مشکل اور دقیق نصاب کو جب طلباء پڑھ کر فارغ ہوں تو ان میں کمال درجے کا قوت مطالعہ پیدا ہوگا اور ان کو کسی بھی مشکل سے مشکل کتاب سے استفادہ کرنا مشکل اور ناممکن نہ ہوگا چنانچہ اس نصاب کے پڑھنے سے کسی مخصوص فن میں کمال تو حاصل نہیں ہوتا تھا لیکن یہ صلاحیت ضرور پیدا ہوتی تھی کہ تعلیم مکمل ہونے کے بعد طالب علم اپنی محنت سے جس فن میں چاہے اچھی طرح کمال پیدا کر سکے گا۔

۲۔ فکر و نظر کی گہرائی: اس قسم کے گہرے نصاب کو سمجھنے کے لیے طالب علموں کو زیادہ محنت کرنی پڑے گی اور قوت فکری کی اچھی ورزش ہوگی اور جتنی زیادہ سخت ورزش ہوگی اسی قدر فکر و نظر (عقل نظری) کی گہرائی پیدا ہوگی۔ فکر و نظر یعنی عقلی و نظری نشوونما درس نظامی کی تشکیل کی فلسفیانہ بنیاد تھی^۶۔

اس نصاب کی قبولیت کے اسباب:

مغل شہنشاہ اورنگزیب عالم و فاضل اور بہت زیادہ مذہبی اور متقی تھے ان کے دور میں اسلامی روایات کو عروج حاصل ہوا چنانچہ ملکی معاملات کو اسلامی اصولوں پر چلانے کے لیے مشہور فقہی دستاویز ”فتاویٰ عالمگیری“ کی تدوین کے لیے عالمگیر نے ملا نظام الدین کی سربراہی میں ہندوستان کے ممتاز علمائے دین کی ایک مجلس علمی قائم کی تھی اس کی سربراہی ان کے حوالے کرنا پورے ہندوستان کے علماء میں ان کی سرکردہ حیثیت کا اعتراف تھا اور دوسری بات بادشاہ کی سرپرستی بھی حاصل رہی۔

بعد کے ادوار کے معروضی حالات کی وجہ سے بھی ملا نظام الدین سہالوی کے نصاب کو شہرت و قبولیت عامہ نصیب ہوئی چنانچہ جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کے تین صوبوں (بنگلہ، بہار اور اڑیسہ) پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کے معاملات کو شریعت اسلامی کے مطابق طے کرنے کے لیے مسلمان قاضی اور مفتیان کرام کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے درس نظامی کے فضلاء کی علمی مہارت اور عوام میں ان کی قبولیت و پذیرائی کا مشاہدہ کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ اسی درس نظامی کے فارغ التحصیل حضرات کو قاضی و مفتی مقرر کیا جائے۔ چنانچہ بڑے پیمانے پر ملا نظام الدین کے ”مدرسہ فرنگی محل“ کے فضلاء کی مانگ ہونے لگی اس پس منظر میں بڑے پیمانے پر ہندوستانی مدارس میں اس نصاب کو اپنایا گیا⁷۔

جب ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد ۱۸۶۶ء میں دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تو قدرے تبدیلی کے بعد درس نظامی کے نصاب ہی کو لیا گیا اسی طرح دیگر مدارس بھی جو قائم ہوتے رہے تو انہوں نے درس نظامی کا نصاب ہی اپنایا کیونکہ ان کے سامنے اسی نصاب کا نمونہ موجود تھا۔ قیام پاکستان کے بعد علماء نے دینی مدارس قائم کیے تو چونکہ انہوں نے اسی نظام کے تحت تعلم حاصل کی تھی اس لیے انہوں نے اپنے مدارس میں اسی نصاب کو رائج کیا۔

چونکہ اس نصاب میں دیوبندی، بریلوی، یا شیعہ سنی کسی قسم کا فرقہ وارانہ نصابی مواد نہیں تھا اس لیے اصولی طور پر اس نصاب کو تمام فرقوں نے اپنے ہاں رائج کیا اس سے بھی اس نصاب کو قبولیت اور ایک مذہبی تقدس ملا۔

مذہبی طبقے میں اپنے اسلاف سے انتہائی عقیدت کا جذبہ پایا جاتا ہے اور پھر طبقہ علماء عام طور پر جدیدیت کے مقابلے میں قدامت پرست واقع ہوا ہے۔ چونکہ یہ نصاب ان کے قدیم اسلاف کا تیار کردہ ہے اور ان کے اساتذہ نے اسی نصاب کو پڑھا اور پڑھایا ہے اس طرح درس نظامی کی قبولیت و بقاء کا ایک بڑا راز علماء میں قدامت پرستی، اسلاف سے تقدس اور عقیدت مندا مہ روش بھی ہے⁸۔

عالم اسلام پر مغربی استعمار کے تسلط سے پہلے مسلمانوں کا نصاب تعلیم بہر حال علوم دینیہ اور دنیہ پر مشتمل وحدانی رنگ لیے ہوئے تھا۔ آج کی طرح دینی و دنیوی علوم کی تدریس کے لیے نظام الگ الگ وجود نہیں رکھتے تھے جو ایک دوسرے سے مکمل طور پر الگ تھلگ ہوں چنانچہ اس جامع نظام تعلیم کی بدولت مسلمانوں میں جہاں نامور مفسر، محدث، فقہیہ، اور صوفی بزرگ پیدا ہوئے وہاں فارابی، ابن مسکویہ، ابن طفیل، ابن رشد، اور غزالی جیسے فلسفی متکلم پیدا ہوئے وہاں البیرونی، خوارزمی، جابر بن حیان، ابن الہیثم، جیسے سائنس دان اور

ابن سینا، رازی اور زہراوی جیسے طبیب، جرح، ماوردی اور نظام الملک جیسے فضلاء آداب سیاست، و حکمرانی اور تاریخ کے بے شمار سیاسی عسکری مدبر اسی نظام کی تخلیق تھے۔ ہندوستانی نظام تعلیم میں شہریت، معاشیات، فلکیات، طبوعات، حساب اور طب بلکہ علامہ شبلی نعمانی کے مطابق موسیقی تک کا نصاب کا حصہ تھا^۹۔

دوہرے نظام تعلیم کا آغاز اور اس کے اثرات:

ہندوستان میں انگریزی اقتدار کے بعد اسلامی نصاب تعلیم کی وحدت و جامعیت برقرار نہ رہی بلکہ دوہرے نظام کا شکار ہوئی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد ہندوستان پر مسلمان کا اقتدار مکمل ختم ہو گیا اور اس جنگ کے بعد انگریز سرکار کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف کئی ایک انتقامی کاروائیاں ہوئیں، برطانوی حکومت نے انتظامی، مالیاتی اور عدالتی نظام کو مکمل طور پر تبدیل کیا اور برصغیر ہندوپاک میں اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے اپنے مخصوص مفادات کا حاصل لارڈ میکالے (۱۸۵۹ء) کا تیار کردہ نظام تعلیم رائج کیا، نئے نظام کے تحت بہت سے پرائمری سکول اور ثانوی تعلیم کے ادارے قائم ہونے لگے۔ ۱۸۵۷ء میں انڈین یونیورسٹیز ایکٹ پاس ہونے سے کئی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں اور پرائمری، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم سے نئے تعلیمی نظام کو مکمل نشوونما کا موقع ملا اور مغربی طرز کی اعلیٰ تعلیم فروغ پانے لگی۔

تعلیم کا سابقہ نظام جو برصغیر ہندوپاک میں مسلمانوں کے ہزار سالہ دور حکومت میں مکمل آزادی کی فضاء میں پرورش اور نشوونما پا رہا تھا اور ہر ایک کے لئے مساوی تعلیم کے مواقع فراہم کرتا تھا۔ یہ تعلیم مساجد، خانقاہوں اور عام مدارس تک محدود ہو گئی۔ مدارس و مکاتب کے لیے اہل خیر اور مغل حکمرانوں کی عطا کردہ جائدادیں اور جاگیریں ضبط کر لی گئیں اور اس طرح ۱۸۵۷ء سے پہلے کا تعلیم نظام مکمل طور پر بکھر کر رہ گیا۔ اس کے ساتھ دفتری زبان انگریزی قرار دینے کی تبدیلی سے مقامی علمی، تعلیمی زبان کی قدر و قیمت گر گئی۔

اس سے مسلمانوں میں دو طرح کا رد عمل ہوا۔ علماء نے دین بچانے کی خاطر ایسے مدارس کھولے جن میں صرف منقولات یعنی شرعی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی، جس کا ایک بنیادی ماڈل دیوبند تھا۔ بعض دوسرے اہل درد نے مسلمانوں کی دینی تعلیم کا انتظام کیا تاکہ مسلمان انگریزی اور جدید مغربی علوم پڑھیں اور معاصر دنیا سے پیچھے نہ رہ جائیں۔ اس کا بنیادی ماڈل علی گڑھ تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہندی مسلمانوں کو اس دوہرے نظام کو دور کرنے کا احساس ہوا اور اس کے لیے پہلے ندوہ بنا لیکن وہ بھی عربیت کی طرف مائل ہو گیا تو پھر جامعہ ملیہ قائم کی گئی تاکہ ان دونوں تعلیمی دھاروں کو یکجا کیا جاسکے لیکن وہ بھی کوئی قابل ذکر کام نہ کر سکی۔

ان حالات میں جب پاکستان بنا تو اس امر کی فوری ضرورت تھی کہ نیا نظام تعلیم واحد اور مربوط ہو تاکہ ایک ہی نظام تعلیم میں دینی و دنیوی علوم کو یکجا کر دیا جائے۔ ڈاکٹر محمد امین کے مطابق جو لوگ برسر اقتدار آئے انہوں نے اس طرف توجہ نہیں دی^{۱۰}۔

تاہم اس ضمن میں وقتاً فوقتاً مختلف تعلیمی پالیسیوں کے ذریعے یہ کوشش کی گئی کہ اگر ان دونوں نظام کو ایک نہیں کیا جاسکتا تو کم از کم دینی تعلیم کو اسلامیات کے لازمی مضمون کے طور پر میکالے کے تعلیمی نصاب میں جگہ دی جائے۔

۵۔ مطالعہ اسلامیات کے تناظر میں جائزہ:

۱۔ تعلیمی کانفرنس ۱۹۷۷ء:

پاکستان بننے کے بعد نظام تعلیم کو اسلامی اقدار کے مطابق جدید خطوط پر استوار کرنے کے لیے خود قائد اعظم کے حکم پر کراچی میں نومبر ۱۹۷۷ء میں تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ۴ بنیادی سفارشات پیش کی گئیں:

۱۔ پاکستان کے نظام تعلیم کی بنیاد اسلامی نظریہ حیات پر رکھی جائے اور اسلامی اصولوں کی ترویج و اشاعت ہی تعلیم کا بنیادی مقصد ہونا چاہیے۔

۲۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے تمام سکولوں میں دینی تعلیم کی تدریس کا لازمی انتظام کیا جانے اور ارکان اسلامی کی عملی تربیت کا اہتمام کیا جائے۔

۳۔ اخلاقی تربیت قرآن و سنت پر مبنی ہونی چاہیے۔

۴۔ اسلامی تحقیق کا ایک الگ ادارہ قائم کیا جائے^{۱۱}۔

۲۔ قومی تعلیمی کمیشن ۱۹۵۹ء کی رپورٹ:

یہ کمیشن اس وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ایوب خان اور مغربی پاکستان کے سیکرٹری تعلیم سید محمد اشرف کی سربراہی میں قائم کیا گیا۔ اس کمیشن نے اعلان کیا کہ ہمارے نظام تعلیم کو اسلامی نظام زندگی اور اقدار حیات کا محافظ ہونا چاہیے۔ نیز اس کمیشن کی اہم سفارشات یہ تھیں:

۱۔ ساتویں جماعت تک تمام طلباء کو ناظرہ قرآن مجید پڑھایا جائے۔

۲۔ تمام مسلمانوں طلباء کے لیے آٹھویں جماعت تک اسلامیات کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔

۳۔ نماز میں پڑھی جانے والی سورتیں اور عقیدے سے متعلق بنیادی کلمے زبانی یاد کرائے جائیں۔

۴۔ ثانوی اور اعلیٰ ثانوی جماعتوں میں دینی تعلیم کو بطور اختیار مضمون نصاب میں شامل کیا جائے^{۱۲}۔

۳۔ نصاب کمیٹی برائے ثانوی تعلیم ۱۹۶۰ء کی رپورٹ:

اس رپورٹ نے جو سفارشات مرتب کیں ان میں سب سے اہم یہ تھا کہ مڈل تک اسلامیات کو بطور لازمی اور اس کے بعد

اختیاری مضمون کے طور پر شامل نصاب کیا جائے۔ اور ساتھ اخلاقیات پر مبنی مواد کو جس میں معاشرتی اقدار سچائی اور عفو

درگزر۔ برداشت جیسے مواد کو بھی شامل کیا جائے۔

۴۔ طلبہ کے مسائل سے متعلق کمیشن کے رپورٹ ۱۹۶۶ء:

اس کمیشن نے نصاب سازی کے حوالے سے جو اہم سفارشات مرتب کیں ان میں تقریباً وہی نقاط شامل ہیں جو اس سے پہلے مختلف سفارشات میں تھے۔ اس میں پرائمری کی سطح سے عربی کے حروف تہجی اور بنیادی قاعدہ کے ساتھ ارکان اسلام اور نماز میں پڑھی جانے والی سورتوں کے ساتھ مشاہیر اسلام کے حالات زندگی اور قصص القرآن سے کچھ قصص کو شامل کرنا اور ثانوی سطح کے لیے قرآن مجید کی مختلف سورتیں اور عربی رسم الخط اور اسلامی عبادات اور سیرت کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کرنا شامل تھا¹³۔

۵۔ تعلیمی پالیسی ۱۹۶۹ء:

اس تعلیمی پالیسی میں جو عمومی مقاصد تعلیم بیان کیے گئے تھے ان میں صراحت کے ساتھ قومی وحدت و ترقی کے لیے اسلامی اقدار کی حفاظت و ترویج کا ذکر موجود تھا¹⁴۔

۶۔ تعلیمی پالیسی ۱۹۷۲ء-۱۹۸۰ء:

اس تعلیمی پالیسی میں اسلامیات کو جماعت دہم تک لازمی قرار دیا گیا۔ اور اسلامی اقدار اور روح اسلام کو پورے نظام تعلیم میں سمونے کے لئے تمام مدارس کی نصابی کتب میں اسلامی ثقافت اور اسلامی اقدار کے مخالف کوئی مواد شامل نہ کرنا شامل تھا¹⁵۔

۷۔ قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۷۸ء:

جنرل ضیاء الحق کی ہدایت پر ایک تعلیمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں یہ سفارشات منظور کی گئیں:

قرآن وحدیث کی روشنی میں طلبہ کے لیے ایک ایسا نظام وضع کیا جائے جس پر عمل کر کے وہ سچے مسلمان بن سکیں۔ اس کے علاوہ مسجد سکول جس کو مکتب سکول کہا جاتا تھا ان کو فعال کیا گیا اور ان سکولوں کے نصاب میں قرآن حکیم اور مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ ابتدائی تعلیم کے دیگر مضامین بھی شامل کیے جائیں۔

اسلامیات کا مضمون ہر سطح پر اور ہر قسم کی تعلیم کے لیے لازمی ہو خواہ وہ پیشہ ورانہ اور فنی تعلیم ہی کیوں نہ ہو۔ اور عربی زبان کی تدریس کے لیے مدارس قائم کیے جائیں۔ اور اس میں خواتین کی یونیورسٹی کا قیام بھی شامل تھا¹⁶۔

۸۔ قومی تعلیمی پالیسی ۱۹۹۲ء-۲۰۰۲ء:

اس قومی تعلیمی پالیسی کا بنیادی مقصد موجودہ تعلیمی نظام جدید تقاضوں اور اسلامی ضابطوں کے عین مطابق مرتب کرنا تاکہ مستقبل میں ایک صحت مند اور اسلامی معاشرہ قائم ہو سکے جس کے نتیجے میں پوری امت مسلمہ ایک ہی اسلامی تہذیب وثقافت کے رنگ میں رنگی جائے اس مقصد کے حصول کے لیے جو سفارشات مرتب کی گئیں اس میں ہر کلاس کے معیار کے مطابق مسلمان سائنسدانوں کی خدمات کو شامل کیا جائے۔ ابتدائی سطح پر قرآن مجید ناظرہ کی تعلیم لازمی دی جائے۔ ثانوی اور اعلیٰ ثانوی سطح پر قرآن مجید کے کچھ حصہ کا ترجمہ اور تفسیر پڑھایا جائے گا۔ اور ایک کمیشن ان سفارشات کو پارلیمنٹ سے ان کی منظوری کے بعد انہیں عملاً نافذ کرے¹⁷۔

مذکورہ اقدامات سے صاف ظاہر ہے کہ جن رہنماؤں نے یہ ملک بنایا ان کے پیش نظر اسے اسلامی ریاست بنانا تھا تا کہ یہاں کے مسلمان عوام اپنے عقائد و اقدار کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ جتنے آئین بنے ان میں بھی یہی بات کہی گئی ہے کہ ریاست کا سرکاری مذہب اسلام ہو گا اور مسلمانوں کو قرآن و سنت کی تعلیمات پر عمل کرنے کے لیے سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔ جتنی قومی تعلیم پالیسیاں بنیں وہ اسلامی نظام کی تشکیل جدید پر زور دیتی ہیں۔ تاہم ان کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہو سکے۔

۸۔ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا قیام ۲۰۰۱ء:

پاکستان کی تاریخ میں دینی اور دنیاوی نظام ہائے تعلیم کے درمیان وسیع خلیج کو دور کرنے اور دونوں نظاموں میں ممکنہ ہم آہنگی اور تشکیل جدید پیدا کرنے کے لیے سب سے اہم عملی انقلابی اقدام وفاقی حکومت پاکستان کا اگست ۲۰۰۱ء میں پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ آرڈیننس کا اجراء ہے جس کے تحت ابتدائی مرحلہ پر نمونے کے تین مثالی مدارس قائم کیے گئے۔ ایک کراچی (برائے طلباء) سکھر (برائے طلباء) اور ایک اسلام آباد میں طالبات کے لیے وزارت مذہبی امور زکوٰۃ و عشر نے ان تینوں شہروں میں واقع حاجی کیمپوں میں ان مدارس کے لیے جگہ فراہم کی نیز حکومت کا پروگرام تھا کہ دوسرے بڑے شہروں (لاہور، پشاور، ملتان اور کوئٹہ) میں بھی اسی طرز کے ماڈل مدارس قائم کیے جائیں گے۔ پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ آرڈیننس کے مطابق مدرسہ بورڈ کے قیام کے درج ذیل مقاصد گنوائے گئے^{۱۸}۔

۱۔ ماڈل دینی مدارس کا قیام عمل میں لانا کہ مدارس کی تعلیم میں ترقی اور معیارات میں یکسانیت پیدا ہو۔

۲۔ دینی اور عصری تعلیم میں اہم آہنگی اور تشکیل جدید۔

۳۔ دینی مدارس کا خود مختار نہ کر دیا باقی رکھتے ہوئے عام عصری تعلیم کے مضامین کے ساتھ متخصصانہ، جامع اور مکمل اسلامی تعلیم کو زیادہ بہتر انداز میں منظم کرنا۔

۴۔ عام نظام تعلیم اور مدارس کے درمیان حائل خلیج کو دور کرنے کے لیے وسائل و ذرائع تجویز کرنا اور مدارس و عام نظام تعلیم کے نصاب پر نظر ثانی کرنا اور انہیں بہتر بنانا۔

توقع کی جاتی تھی کہ ملکی اور عالمی تقاضوں کے مطابق پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اس کے تحت قائم ماڈل دینی مدارس دینی و دنیوی تعلیم میں خلاء کو ختم کر کے ان میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے پرائیویٹ سیکٹر میں قائم مدارس کے لیے ایک نمونہ بنیں گے، پرائیویٹ سیکٹر میں قائم مدارس کے مرکزی اتحاد، اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کی مخالفت اور منفی پروپیگنڈے نے، متعلقہ وزارت (وزرات مذہبی امور) کی تعلیم میدان میں ناتجربہ و سرد مہری اور متعلقہ آرڈیننس پر اس کی روح کے مطابق عمل درآمد کے لیے حکومت کا مناسب چیک اینڈ بیلنس کا انتظام نہ ہونا جیسے عوامل کے نتیجے میں تین ماڈل مدارس کے بعد مزید ایسے مدارس قائم نہیں کیے جاسکے اس طرح مفروضات پر مبنی علماء کے تحفظات، عدم تعاون کے رویے اور دیگر کئی ثانوی وجوہات کی بناء پر مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہو سکے^{۱۹}۔

حکومت پاکستان نے جب پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ قائم کیا تو بورڈ کی ہیئت ترکیبی میں وزارت تعلیم مذہبی امور کے انتظامی افسران اور اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن علماء کے علاوہ مسلکی بنیادوں پر قائم مدارس دینیہ کے تمام بورڈ کے صدر / ناظمین کو بھی بطور ممبران نامزد کیا گیا^{۲۰}۔

پروفیسر ڈاکٹر نیاز محمد جو خود اس ادارہ کے پرنسپل رہ چکے ہیں کے مطابق یہ اس لیے کیا تھا کہ رہنمائی، مشاورت و معاونت حاصل رہے لیکن اس کے باوجود پاکستانی علماء نے اس کا مکمل بائیکاٹ کیا اور ہر پلیٹ فارم پر اس کی بھرپور مزاحمت کی حالانکہ ”مدرسہ ایجوکیشن بورڈ“ کا قیام علماء کرام کا دیرینہ مطالبہ رہا تھا یہ تجویز و مطالبہ عرصہ دراز سے سب سے پہلے نجی خان کی حکومت میں ۱۹۶۹ء میں علماء ہی کی طرف سے سامنے آئی تھی^{۲۱}۔

اس ضمن میں علماء کی ذکر کردہ تجاویز:

۱۔ دینی مدارس کو منظم کرنے کے لیے ایک آزاد اور خود مختار مدرسہ تعلیمی بورڈ بنایا جائے جو دینی مدارس کے ذمہ دار علمائے دین پر مشتمل ہو اس میں جدید تعلیم کے دو ماہرین کو بھی شریک کیا جائے۔

۲۔ ہر وہ دینی مدرسہ جو اس مدرسہ بورڈ سے ملحق ہونا پسند کرے اس کی اسناد کو منظور کیا جائے اور جو دینی مدارس اس کے ساتھ ملحق نہ ہوں ان کی اسنادیر منظور شدہ تسلیم نہ کیا جائے۔

۳۔ جو مدارس بورڈ کے ساتھ الحاق کریں وہ اپنے یہاں ایلمنٹری کلاس (Primary Stage) تک کا ایک اسکول قائم کریں کہ اس مرحلہ تک قدیم و جدید تعلیم کا فرق ختم ہو جائے۔ دینی مدارس کے مخصوص نصاب میں وہی طلبہ داخل ہوں جو ایلمنٹری کلاس سے فارغ ہو چکے ہوں۔

۴۔ ایلمنٹری کے بعد دینی مدارس کے مخصوص نصاب کو چار مراحل (علوم ابتدائی، علوم ثانویہ، علوم عالیہ اور تخصص) پر تقسیم کیا جائے۔

۵۔ بورڈ اپنی صوابدید پر اس میں معاشیات، سیاسیات اور جدید فلسفہ کا اضافہ کر سکتا ہے۔

۶۔ یہ بورڈ کسی ہیئت حاکمہ کا پابند نہ ہو بلکہ جملہ تعلیمی امور میں خود مختار نصاب وضع کرے اور وہی امتحان لے کر اسناد دے۔

۷۔ دینی مدارس یا بورڈ کی خود مختاری کو باقی رکھنے کے لیے حکومت کی طرف سے امداد نہ دی جائے بلکہ وہ حسب سابق عوامی تعاون سے چلتے رہیں۔

۸۔ اس بورڈ کی دی ہوئی اسناد کو تسلیم کیا جائے اور علوم ابتدائی کو میٹرک، علوم ثانویہ کو انٹر، علوم عالیہ کو گریجویشن اور تخصص (عالمیہ) کو ایم۔ اے کے مساوی قرار دیا جائے۔

یہ تمام وہ نقاط ہیں جن کو آج بھی لاگو کیا جائے تو اسلامی تعلیم کی تشکیل نو اچھے طریقے سے ہو سکے گی۔

اسلامی نظام تعلیم کی تشکیل جدید کے ضمن میں اب تک کیے گئے کام کے مختصر جائزہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی نظام تعلیم کی تشکیل نو میں حائل رکاوٹوں میں بنیادی طور پر ریاست کے ساتھ ساتھ دینی و دنیوی دونوں حلقے شامل ہیں۔ اب چونکہ یہ عصری حالات ایک بار پھر اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ بڑھتے ہوئے تعلیمی چیلنجوں کا مقابلہ کیا جائے یہ اس صورت ممکن ہے جب اسلامی تعلیمی کے تشکیل نو کی جائے اور اس کے عملی اقدامات اٹھائے جائیں تاکہ ترقی کا اسلامی تصور آگے بڑھ سکے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ تعلیم کی اسلامی تشکیل نو سے مراد یہ ہے کہ موجودہ دونوں نظاموں کو اسلامی تصورات اور تقاضوں کے مطابق ڈھالنا چاہیے۔ جدید علوم، سکول و کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم کو اس صورت میں اسلامی تعلیم کے مطابق بنایا جاسکتا ہے۔ جب جدید تعلیمی نظام میں ہر سطح پر قرآن و حدیث کو کسی حد تک سمجھنے کے لیے نصاب سازی کی جائے۔

تجاویز

مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے لیے علماء کرام کی پیش کردہ تجاویز کے مطابق پاکستان میں اسلامی تعلیم کی تشکیل جدید کی جائے:

☆ پاکستان میں دینی تعلیمی کا ایک ہی بورڈ ہو اور بڑے شہروں میں اس کے ریجنل دفاتر ہوں (موجودہ پانچ بورڈ جو مسلک کی بنیاد پر قائم کیے گئے ہیں اور حکومت کی اجازت سے فرقہ واریت کو جنم دے رہے ہیں انہیں فوراً ختم کر دیا جائے)۔

☆ ان مدارس کے نصاب میں کئی تبدیلیوں کی ضرورت ہے مثلاً عصری علوم کا تعارفی مطالعہ شامل کرنا، قرآن حکیم کی روشنی میں نصاب کی غیر فرقہ وارانہ بنیادوں پر نئے سرے سے تدوین، عربی زبان جدید انداز میں پڑھانا اور بعض دینی مواد میں کمی بیشی۔

☆ دینی مدارس کے اساتذہ کی جدید تقاضوں کے مطابق تربیت کرنا، مختلف سطحوں کی تدریس کے لیے ان کے مرتب اور تنخواہوں کا ڈھانچہ وضع کرنا۔

☆ ملک بھر میں دینی مدارس کے طلبہ کے داخلے اور امتحانات کا یکساں نظام قائم کرنا۔

☆ ان مدارس کی ہر سطح کی ڈگریوں کو تسلیم کرنا تاکہ وہ زندگی کے سارے شعبوں میں کام کر سکیں۔

☆ پرائیویٹ سیکٹر کے جدید مدارس کی طرح ان کو بھی ہر طرح کی سہولتیں مہیا کرنا۔

☆ ملک بھر میں دینی مدارس کا ذریعہ تعلیم اور نصاب کا یکساں ہونا۔

☆ دینی مدارس کے زیر تعلیم اور فارغ التحصیل طلبہ کو جدید تعلیم اور پیشہ ورانہ مہارتوں کی سہولت مہیا کرنے کے لیے خصوصی تعلیمی ادارے قائم کرنا اور انہیں پرائیویٹ طور پر جدید تعلیم کے امتحانات میں بیٹھنے کی اجازت دینا۔ تاکہ ہم اپنی نوجوان نسل کی فکری اور جسمانی توانائیوں سے مستفید ہو سکیں

حوالہ جات:

- ¹ ندوی، ابوالحسنات، ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں۔ امرتسر ۱۹۲۲ء، ص ۹-۹۳۔
- ² گیلانی، مناظر احسن، مولانا ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، دہلی ۱۹۳۴ء، ج ۱، ص ۳۱۔
- ³ حوالہ مذکور۔
- ⁴ حوالہ مذکور۔
- ⁵ ندوی، ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں، ص ۹۵۔
- ⁶ ڈاکٹر زینب امین اور ڈاکٹر نیاز محمد، درس نظام کے نصاب اور اصول نصاب سازی کا جائزہ، پشاور اسلامیکس، جولائی دسمبر ۲۰۱۱ء، یونیورسٹی آف پشاور، ج ۲، شماره ۲، ص ۶۔
- ⁷ گیلانی، مسلمانوں کا دینی و عصری نظام تعلیم، ص ۶۱۔
- ⁸ محمد اکرم، شیخ، رود کوثر، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۶۰۵۔
- ⁹ شبلی نعمانی، مقالات شبلی، اعظم گڑھ ۱۹۳۲ء، ج ۳، ص ۱۰۰۔
- ¹⁰ Proposals for A New Educational Policy, Ministry of Education and Scientific Research Government of Pakistan, Islamabad, March 1972, P. 1, 2, 8, 12..
- ¹¹ Proceedings of the Pakistan Educational, Conference held at Karachi from 27th November to 1st December, 1947
- ¹² قومی تعلیم کے کمیشن کی رپورٹ، وزارت تعلیم، حکومت پاکستان جنوری۔۔۔ اگست ۱۹۵۹۔
- ¹³ Report of the Commission on Student Problems and Welfare, Ministry of Education, Government of Pakistan. Karachi, 1966, P 24, 25
- ¹⁴ Proposals for A New Educational Policy p 1, 2, 8
- ¹⁵ The Educational Policy 1972, p 37
- ¹⁶ Ibid, 1980.
- ¹⁷ The Proposals For New Educational Policy , p 12
- ¹⁸ مدرسہ بورڈ کی ہیئت ترکیبی زیر دفعہ ۴، پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ آرڈیننس Govt of Pakistan Ministry of Education, Proposals for New Educational Policy, pp2, 3
- ¹⁹ نیاز محمد، پروفیسر ڈاکٹر، پاکستان مدرسہ ایجوکیشن اور علماء کے تحفظات، الايضاح تحقیقی مجلہ، شیخ زید اسلامک سنٹر، ۲۰۱۳ء، شماره ۲۶، ص ۸۔
- ²⁰ Govt. of Pakistan Ministry of Education, Proposals for a New Educational Policy, pp 2, 3
- ²¹ نیاز محمد پروفیسر ڈاکٹر، پاکستان مدرسہ ایجوکیشن اور علماء کے تحفظات۔ ص ۸۔



This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).